مثالی ازدواجی زندگی

کے سنہری اصول

خوشگوار اور کامیاب
ازدواجی زندگی
گزارنے کے لئے
رہنما کتاب

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-2618003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثالی ازدواجی زندگی میں شوہر کا کردار

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مثالی ازدواجی زندگی میں شوہر کا کردار

الحمد لله و کفی و سلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم ٥

بسم الله الرحمن الرحیم ٥

و من ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل

بینکم مودة و رحمة ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون ٥

سبحان ربک رب العزة عما یصفون ٥ و سلام علی المرسلین ٥

و الحمد لله رب العالمین ٥

اللهم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم

آج کا موضوع

ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے ایک خاوند کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ ان عنوانات پر پہلے بات ہو چکی ہے۔ آج ہم نے اس موضوع پر بات کرنی ہے کہ گھر کی زندگی کو خوشگوار اور متوازن رکھنے کیلئے شوہر کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور اس کا اپنے اہلخانہ کے ساتھ رویہ اور کردار کیا ہونا چاہیے۔

سکون کا باعث تین چیزیں

قرآن مجید پہ نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تین چیزیں باعث سکون ہوتی

ہیں۔

(۱) ایک بیوی خاوند کے لئے سکون کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔

اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْکُنُوْا اِلَیْهَا. (روم: ۲۱)

[تم میں سے تمہارے لئے جوڑا اس لئے بنایا تا کہ تم سکون حاصل کرو]

(۲) گھر انسان کے لئے سکون کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مسکن کہتے ہیں۔ جہاں انسان ٹھہرتا ہے۔ اور ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا.... (النحل: ۸۰)

[اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکون رکھا]

تو اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو گھر میں بھی سکون ملتا ہے۔

(۳) اور تیسرا اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کے لئے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا ..... (یونس: ۶۸)

[وہ جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم سکون حاصل کرو]

تو معلوم ہوا کہ تین چیزیں سکون کا باعث ہوتی ہیں۔ ایک گھر۔ ایک بیوی۔ ایک رات۔

بے سکون زندگی کی وجہ

لہٰذا جو نوجوان اپنے گھروں میں راتوں کے اوقات اپنے اہل خانہ کے ساتھ گزارتے ہیں ان کی زندگی کے اندر سو فیصد سکون ہوتا ہے۔ جو بیوی سے دور رہیں گے یوں سمجھیں کہ وہ 33% دور ہو گئے۔ جو رات گھر سے دور گزاریں گے وہ 33% اور دور ہو گئے۔ اور اگر گھر ہی نہیں ہوگا تو اگلا 33% بھی چلا گیا۔ کامل سکون انسان کو گھر میں رات اہل خانہ کے پاس گزارنے سے نصیب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جو نوجوان اپنے دوستوں کی محفلوں میں گپیں ہانکتے رہتے ہیں اور رات کا

زیادہ حصہ گزارنے کے بعد فقط سونے کے لئے گھر آتے ہیں ان کی زندگی کبھی پر سکون نہیں ہو سکتی۔ نہ اہل خانہ کو سکون نہ ایسے خاوند کو سکون۔

تو آپ مرد حضرات بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر ہم رات کا زیادہ حصہ باہر گزاریں گے تو ہمیں سکون نہیں ملے گا۔ سکون ملنے کی تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے بتائیں رات کا وقت ہو، اپنا گھر ہو اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ آرام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کامل سکون عطا فرماتے ہیں۔

عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالیں

اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے بنایا۔ لہٰذا عشاء کے بعد لمبی محفلیں لگانا معیوب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند فرماتے تھے اور عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہاں کوئی دین کا پروگرام ہو تو اس کے لئے تو ساری ساری رات گزر جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔ لیکن عام عادت کے طور پر نبی علیہ السلام عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند فرماتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد زیادہ باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

سنت کو ترک کرنے کا وبال

اسی لئے جن گھروں میں رات کو دیر سے سونے کی عادت ہوتی ہے ان گھروں میں فجر کی نماز عام طور پر قضا ہو جاتی ہے۔ بچوں نے تو کیا پڑھنی بڑے بھی اٹھ کر نہیں پڑھتے۔ نیکوکار گھرانوں میں بھی اگر رات کو دیر سے سونے کی عادت ہو تو ان میں بھی فجر کی جماعت تو نکل ہی جاتی ہے۔ کیا ہوا جو مشکل سے اٹھ کر فجر کی

نماز اپنی پڑھ لی ورنہ تو کئی مرتبہ نماز بھی چلی جاتی ہے۔

نبی علیہ السلام کی مبارک سنت ہے کہ انسان عشاء کے بعد جلدی سو جائے۔ اگر ہم اس سنت سے محروم ہوں گے تو ہمارے فرض کے اوپر اس کا اثر پڑے گا اور ہم فجر کی نماز یا اس کی تکبیر اولیٰ سے محروم ہو جائیں گے۔ عام گھروں میں اکثر دیکھا گیا کہ عشاء کے بعد کھانے کی محفل، پھر گپوں کی محفل، پھر ٹی وی سکرین کے تماشے تو آدھی رات تو ایسے ہی گزار دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ یہ آنکھ کیسے کھلے۔ جو رات کو سونے کے لئے جلدی نہیں کرے گا وہ صبح کے وقت جلدی نہیں اٹھ سکے گا۔ وہ بیبیاں جو تہجد میں اٹھنا چاہتی ہیں ان کو بھی چاہیے کہ اپنے کام رات سے پہلے پہلے سمیٹ لیں اور عشاء کے بعد جتنا جلدی ممکن ہو سونے کی عادت بنائیں۔ بچوں کو بھی جلدی سونے کی عادت ڈالیں۔ خود بھی جلدی سوئیں۔ ان شاء اللہ اول تو تہجد میں آنکھ کھل جائے گی، نہ بھی کھلی تو فجر کی نماز میں تو خود بخود آنکھ کھل جائے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ رات دو بجے سوئے اور دو دو گھڑیوں کا الارم لگا کر سوئے۔ مگر دونوں گھڑیاں چیختی رہیں اٹھنے کی توفیق پھر نہیں ہوئی۔ پھر صبح اٹھ کر کہتے ہیں کہ جی ہماری فجر کی نماز چلی گئی۔

تو کیا ہوتا ہے کہ لوگ رات کو ایک دو بجے تک جاگتے ہیں اور اگر نیک ہیں تو اٹھ کر فجر پڑھ لیتے ہیں پھر فجر کے بعد ایسی نیند آتی ہے کہ دوبارہ سو جاتے ہیں۔ پہلے وقتوں کے لوگ تہجد دو نیندوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے جبکہ آج کل کے نیک لوگ فجر کی نماز دو نیندوں کے درمیان پڑھتے ہیں۔ فجر سے پہلے بھی سوئے ہوتے ہیں اور فجر کے بعد بھی سو جاتے ہیں۔ تب جا کر کہیں آٹھ نو بجے ان کی نیند پوری ہوتی ہے۔ یہ نحوست ہے رات کو دیر سے سونے کی۔ اگر جلدی سوتے تو صبح کو جاگنا نصیب ہوتا۔

سنن و مستحبات کو ہلکا نہ سمجھیں

انسان سنت کی پابندی کرے تو فرائض خود بخود محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ فرائض کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سنتوں کو بنا دیا اور سنتوں کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستحبات کو بنا دیا۔ جو اپنے فرائض کو محفوظ رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ سنتوں کی حفاظت کرے، فرض خود بخود محفوظ ہو جائیں گے۔ جو سنتوں کی حفاظت کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مستحبات کی رعایت کرے، سنتوں کی حفاظت خود بخود ہو جائے گی۔ گویا یہ باؤنڈری لائن ہے۔ اگر مستحبات کی باؤنڈری لائن کو توڑیں گے تو سنتوں سے محرومی ہوگیا ور اگر سنتوں کی باؤنڈری لائن کو توڑیں گے تو فرضوں سے محرومی ہوگی اور انسان حرام یعنی گناہ کا مرتکب ہو جائے گا۔ اس لئے اپنے فرضوں کو پکا کرنے کے لئے سنتوں کی پابندی کیجئے اور سنتوں کی پابندی کرنے کے لئے مستحبات کی رعایت کیجئے۔ آج کل نوجوان طبقے میں عام طور پر یہ بات آجاتی ہے۔ او جی یہ تو سنت ہی ہے نا۔ وہ سنت کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے اس زمانے کا۔ سنت چھوٹی ہو یا بڑی نبی علیہ السلام کی عادت مبارک کا نام سنت ہے۔ لہٰذا وہ چھوٹی نہیں ہو سکتی۔ دیکھنے میں چھوٹی ہوگی مگر قیمت کے اعتبار سے بڑی موٹی ہوگی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو مستحبات کی رعایت کی عادت ڈالیں تا کہ ان کو سنتوں بھری زندگی نصیب ہو۔ سنتوں پر عمل کریں تا کہ فرائض پر ہمیں کامل عملی کی توفیق نصیب ہو۔ تو جب گھروں میں عشاء کی نماز کے بعد جلدی سونے کی سنت ٹوٹتی ہے تو پھر ان کی فجر کی نمازوں پر ان کی زد پڑتی ہے۔ کبھی تو تکبیر اولیٰ چلی گئی میاں صاحب کو تو نماز باجماعت میں آنے کی توفیق نہیں اور عورتوں نے مشکل سے بھاگ دوڑ کے اگر فجر کی نماز وقت میں ادا کر لی تو کر لی ورنہ کئی مرتبہ سورج نکلنے کے بعد آنکھ کھلتی ہے۔

تو عشاء کے بعد جلدی سونے کی عادت ڈالنے سے فرض کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے سب عورتیں گھروں میں کوشش یہ کریں کہ عشاء کے بعد لمبے بکھیڑے نہ ڈالیں، اپنے خاوندوں کو بھی یہ بات بتلائیں۔ اور اس کے فوائد جتلائیں کہ جی عشاء کے بعد جتنا جلدی سوئیں گے اتنا جلدی اٹھیں گے۔

آج کل کے غافلوں کا حال

ایک صاحبہ گفتگو کر رہی تھیں۔ کہنے لگی کہ میں تو جی صبح سویرے آٹھ بجے اُٹھ جاتی ہوں۔ اب اس بے چاری کے نزدیک آٹھ بجے صبح سویرے کا وقت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب سوئی ہی رات کو دو تین بجے تو پھر آٹھ بجے تو صبح سویرے کا وقت ہونا ہے اس کے لئے۔ اس بے چاری کو کیا پتہ کہ صبح سویرے کس کو کہتے ہیں۔ آج عشاء کے وقت سے لوگ جاگتے رہتے ہیں اور اس وقت سوتے ہیں جب تہجد کا وقت شروع ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ عام طور پر شادی بیاہ کی محفلوں میں بھی آپ دیکھ لیں۔ لوگ کہیں گے کہ بھئی شادی کی بات ہے ہم ساری رات جاگیں گے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ ساری رات جاگیں گی۔ چاند رات ہے، صبح عید ہے۔ مگر کیا ہوگا کہ عشاء کے بعد سے لے کر رات کے دو تین بجے تک جاگیں گی اور جب تہجد کا وقت ہوگا اس وقت اونگھ آجائے گی اور وہ سو جائیں گی۔ یہ خود نہیں سوتیں اس وقت ان کو پروردگار کے فرشتے سلا دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ رات کے آخری پہر کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ دنیا میں، یہ میرے مقرب لوگوں کے جاگنے کا وقت ہے۔ فلاں اور فلاں تو گنہگار اور غافل قسم کے لوگ ہیں ان کو تھپکیاں دے کے سلا دو تا کہ اس وقت یہ نہ جاگ سکیں اور نہ مجھ سے مانگیں۔ کیونکہ یہ میرے مانگنے والوں کا وقت ہے۔ چنانچہ فاسق قسم کے لوگوں کو اس وقت نیند آجاتی ہے۔ جو لوگ رات فلموں

کے عادی ہوتے ہیں وہ بھی تہجد کے وقت میں میٹھی اور گہری نیند سو جاتے ہیں۔ شادی کے فنکشنوں والے بھی رات دو بجے تک جاگتے ہیں پھر گہری نیند سو جاتے ہیں۔ وہ سوتے نہیں بلکہ ان کو سلا دیا جاتا ہے۔ پروردگار اپنے محبوب بندوں کے اٹھنے کے وقت میں ان فاسقوں کو جاگنے کی توفیق ہی نہیں دیتے۔

تہجد کے وقت اٹھنے کی برکت

تہجد کے وقت تو وہی جاگتا ہے جو اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوتا ہے۔ اتنی رحمتیں اور برکتیں ہوتی ہیں کہ ہمارے بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جو عورتیں صبح اذانوں کے وقت اٹھ جاتی ہیں وہ بے شک تہجد پڑھیں یا نہ پڑھیں اس وقت کی برکتوں سے حصہ ضرور پا لیتی ہیں۔ تو ہمارے پہلے وقتوں میں عورتیں عشاء کے بعد جلدی سو جاتی تھیں اور اذان سے کچھ وقت پہلے اٹھ کر اس وقت لسی بنایا کرتی تھیں۔ تو ہمارے بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جو دیہات کی عورتیں اس وقت اٹھ کر لسی بنا لیتی ہیں وہ بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں رہتیں۔ چونکہ وہ اللہ کے پیاروں کا جاگنے کا وقت ہوتا ہے۔ اس لئے ہر گھر میں یہ کوشش کی جائے کہ عشاء کے بعد جلدی سونے کی سنت پر عمل کیا جائے۔ اس کے لئے دعائیں بھی مانگیں کہ اے مالک! اس سنت سے ہمیں محروم نہ فرما۔ اپنے خاوند سے مشورہ بھی کریں، اس کے فوائد بھی گنوائیں اور جتنا جلدی ممکن ہو سکے اتنا جلدی کام سمیٹ کر جلدی سونے کی عادت ڈالیے۔ انشاء اللہ فجر کی نماز محفوظ ہو جائے گی بلکہ امید ہے کہ تہجد کی بھی توفیق نصیب ہوگی۔

بچوں کو جلدی اٹھنے کی عادت ڈالیں

مزید برآں گھر کے اندر جب اس قسم کے معاملات ہوں تو افہام وتفہیم سے

طے کر لینے چاہئیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مشورے سے طے کر لیا جائے کہ اتنے بجے لازمی سو جائیں گے۔ بچوں کو بھی اس میں شامل کریں جس کا فائدہ ہے۔ اس لئے کہ جب بچے رات کو دیر سے سوئیں گے تو صبح دیر سے جاگیں گے اور بچوں کی تربیت غلط ہوگی۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کی قدر کیسے آئے گی۔ جب اولاد والے ہو جائیں تو مردوں کو چاہیے کہ چھوٹے بچوں کی تربیت کی خاطر ان کو عادت ایسی ڈالیں کہ جلدی سوئیں اور صبح جلدی جاگیں تاکہ ان کی فجر کی نماز ادا ہو سکے۔ لہٰذا اس تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کہ بچوں کی شخصیت شروع سے ہی ایسی بنے۔

فجر کے وقت جاگنے کے فوائد

فطری تقاضا یہی ہے کہ انسان رات کو سوئے اور دن کو جاگے۔ جلدی جاگنا نبی علیہ السلام کی سنت بھی ہے اور انسان کی صحت کے لئے بھی اچھا ہے۔ اس لئے کہ جب سورج نکلنے کے قریب ہوتا ہے تو ہوا کے اندر اوزون گیس ہوتی ہے اور وہ انسان کی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ سونے والا بستر پر اس کو Inhale نہیں کر سکتا۔ ذرا باہر نکل کر ٹھنڈی ہوا لینی پڑتی ہے۔ تو اس میں جسمانی فائدہ بھی ہے اور روحانی فائدہ بھی ہے۔ بالخصوص بچوں کو تو جلدی اٹھانا چاہیے تاکہ ان کے جسم کی نشوونما بھی اچھی ہو اور تربیت بھی اچھی ہو۔

فجر کے بعد سونے کے نقصانات

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو آدمی فجر کے بعد سونے کا عادی ہو اللہ تعالیٰ اس کی یادداشت کو ختم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ تجربہ کریں کہ جن عورتوں کو فجر کے بعد سونے کی عادت ہو وہ بھلکڑ ہوتی ہیں۔ باتیں بھول جاتی ہیں، چیز رکھ کر بھول

جاتی ہیں، کام کرنا تھا بھول جاتی ہیں، خاوند کو بات کہنی تھی بھول جاتی ہیں۔ یہ زیادہ بھولنے کی عادت عام طور پر فجر کے بعد زیادہ سونے کی عادت کی وجہ سے ہے۔ چونکہ حدیث پاک میں فرمایا گیا اور بعض روایات میں تو یہ بھی آیا کہ حلال رزق ان کے لئے تنگ کر دیا جاتا ہے لہٰذا ان کو ادھر ادھر کا ملا جلا تو بہت کچھ مل جائے گا مگر فجر کے بعد سونے والوں کے لئے حلال رزق کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ ہاں کوئی آدمی ایسا ہے کہ جس کی ڈیوٹی ہی رات کی ہے، وہ اگر ساری رات جاگا فجر پڑھ کر سو گیا تو وہ اس بات سے خارج ہے۔ ہاں وہ اللہ والے جو راتوں کو جاگتے ہیں، وہ اشراق کی نماز کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ اشراق کے بعد سونا بالکل ٹھیک ہے، یہ بزرگوں کی عادت رہی ہے مگر فجر اور اشراق کے درمیان حتی الوسع نہیں سونا چاہیے۔ سوائے اس کے کہ رات کو انسان اتنا جاگا ہو کہ اب یہ سوچے کہ اب میں نہیں سوؤں گا تو سارا دن مجھے کام کرنے کے اندر رکاوٹ ہوگی۔ پھر اس کی اجازت ہے، عام عادت نہیں بنانی چاہیے۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ جن گھروں کے اندر کچھ کھانا پینا وافر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اچھا دیا ہوا ہوتا ہے تو وہاں پر صبح کے وقت اسی طرح سوئے ہوئے ہوتے ہیں، بلکہ موئے پڑے ہوتے ہیں کہ پورا گھر قبرستان کی طرح لگ رہا ہوتا ہے۔ سورج نکل چکا ہوتا ہے اور گھر کے لوگ جاگ بھی نہیں رہے ہوتے۔ اس لئے کفر کی دنیا نے صبح کا ناشتہ Cereal کا بنا لیا ہے۔ نہ کچھ پکانا پڑے اور نہ کچھ تردد کرنا پڑے۔ بیوی اپنے وقت پر جاگے۔ خاوند اپنے وقت پر جاگے۔ بچوں نے اٹھ کر اسکول جانا ہوتا ہے۔ مائیں ان کے لباس پہلے ہی تیار کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ان کو کہتی ہیں، بیٹے صبح الارم بجنے پر اٹھ جانا، اسکول جانا ہے۔ اس لئے کہ اسکول وقت پر نہ جائیں تو ان کو استاد سے سزا ملتی ہے۔ وہ اپنے وقت پہ اٹھتے ہیں اور

چھوٹے چھوٹے بچے اپنے کپڑے خود بدلتے ہیں۔ ٹھنڈا دودھ بھی مل گیا اور کہیں سے ان کو Cereal بھی مل گیا تو بچے یہی کھا کر چلے جاتے ہیں۔ تو کفر کی دنیا میں ناشتہ اس لئے آسان کرلیا تا کہ جاگنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

زندگی کا منحوس دن

بلکہ ہم نے بعض بزرگوں کا یہ عمل بھی دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی فجر کی نماز قضا ہوتی ہے وہ اس آدمی کی زندگی کا منحوس دن ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک آدمی نے قسم کھالی کہ میں اپنی بیوی کو منحوس دن طلاق دوں گا۔ اب اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ میں قسم تو کھا بیٹھا لیکن منحوس دن کونسا ہے۔ کسی فقیہہ کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا جس دن تمہاری فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ تمہاری زندگی کا منحوس ترین دن ہے، تم اس دن یہ کام کر سکتے ہو۔

بعض ایسے بزرگوں کو بھی دیکھا کہ جو وقت کے حاکم تھے مگر انہوں نے دستور بنایا ہوا تھا، وہ سوچتے تھے کہ جو آدمی فجر کی نماز وقت پر پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کی امان میں آجاتا ہے۔ لہٰذا وہ حد اور وہ تعزیرات کی جو سزائیں دینی ہوتی تھیں وہ اس وقت تک نہیں دیتے تھے جب تک کہ یہ یقین نہ کر لیتے تھے کہ آج اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی۔ اگر پڑھ لیتا تھا تو اس کو سزا دینا مؤخر کر دیتے تھے کہ اگر یہ اللہ کی امان میں آگیا ہے تو ہم کیوں اس کو سزا دیں۔

منور دن

اس لئے مسلمانوں کا معاشرے میں عشاء کے بعد جلدی سونے اور صبح کے وقت جلدی جاگنے کا معمول ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کے زمانے میں تہجد کے وقت اگر کوئی آدمی شہر کی گلیوں میں چلتا تھا تو گھر گھر سے قرآن پڑھنے کی یوں آواز

آتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی آواز ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم صبح کے وقت اٹھیں۔ عورتیں صبح کے وقت اٹھ کر نماز پڑھیں۔ اگر تہجد پڑھیں تو کیا ہی بات ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ درود شریف پڑھیں۔ استغفار پڑھیں۔ صبح کے وقت گھر کے اندر عبادت کا کرنا پورے دن کو منور بنا دیتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک تو فجر کے وقت جاگنا اتنا اہم ہے۔ لہٰذا عورتوں کو یہ بات مشورے کے طور پر پیش کی جاتی ہے کہ زندگی کی ترتیب کو سنت کی ترتیب پر لانے کی کوشش فرمائیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ رات کو سوئیں اور دن کو جاگیں۔ عشاء کے بعد کام جتنا جلدی سمیٹ سکیں سمیٹیں اور جلدی سونے کی عادت اپنائیں تاکہ تہجد میں فجر میں آنکھ کھل جائے۔ انسان کے جسم کی نیند کا تقاضا بھی پورا ہو جائے اور صبح کے وقت جب آنکھ کھلے تو اللہ تعالیٰ کا حکم بھی پورا ہو جائے۔ اس طرح انسان کی زندگی پرسکون گزرتی ہے۔

بچوں کے سامنے بحث ومباحثے سے بچیں

ایک اور اہم بات جس کا میاں بیوی کو بہت خیال رکھنا چاہیے یہ ہے کہ بچوں کے سامنے بحث ومباحثہ کرنے سے بچا کریں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ میاں بیوی آپس میں مشورے کے ساتھ ہر قسم کے معاملات کو طے کر لیا کریں۔ بچے اگرچہ چھوٹے ہوتے ہیں مگر ان کی یادداشت بڑی تیز ہوتی ہے۔ جب میاں بیوی آپس میں ڈائیلاگ کر رہے ہوتے ہیں تو بچے محسوس تو نہیں کراتے مگر وہ سن رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کے ذہنوں کی جو Memory (یادداشت) ہے اس کے اندر وہ پورے کا پورا منظر پرنٹ ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اپنے ذہن میں وہ سوچتے ہیں کہ نہ امی کی کوئی قدر ہے نہ ابو کی کوئی قدر ہے۔ ان کے

آپس میں جھگڑے ختم نہیں ہوتے، ہمارے اوپر خواہ مخواہ رعب چلاتے ہیں۔ چنانچہ ماں بچوں کو نصیحت کی بات کرتے ہوئے ذرا غصے ہو جاتی ہے تو وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ ابو کی ناراضگی اور غصہ ہم پہ نکال رہی ہیں۔ اسی طرح جب باپ غصے ہوتا ہے تو دل میں سوچتے ہیں کہ امی بات نہیں مانتی غصہ ہمارے اوپر نکالتے ہیں۔ اس طرح بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہو پاتی۔

جب کسی گھر میں اللہ تعالیٰ اولاد والی نعمت عطا فرمادے تو میاں بیوی کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اب ان کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ اس بچے کی اچھی تربیت کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا بچوں کے سامنے کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔

جو خاوند اپنے بچوں کے سامنے اپنی بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ میں اپنے بچوں کو بگاڑنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ بیوی نے ہی تو ان کو ٹریننگ دینی تھی۔ جب بیوی کو ہی ڈانٹ پڑ رہی ہے تو بچوں کی نظر میں اس کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ اس لئے خاوند کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنی بیوی کا احترام بنائے۔ اور بیوی کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنے میاں کا احترام بنائے۔ میاں بیوی آپس میں Mutual Understanding (ذہنی مطابقت) کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ خاوند جب بھی بچوں کے پاس بیٹھے تو کہے بچو تم اپنی امی کی بات مانا کرو، امی کی بات سنا کرو۔ وہ بچوں کی نظر میں اپنی بیوی کا احترام پیدا کرے۔ ماں کا مقام ذہن میں پیدا کرے اور جب ماں اکیلی ہو بچوں کے ساتھ تو ان کو سمجھائے کہ بیٹو تم ابو کی بات مانا کرو۔ جب دونوں میاں بیوی اس کو اصول بنالیں گے تو بچے ماں کی بھی مانیں گے باپ کی بھی مانیں گے اور ان کی اچھی تربیت ہو گی۔

مان جانے میں خیر ہے

اوّل تو بحث ومباحثہ کا فائدہ نہیں۔ دونوں میں سے ایک جلدی Held کر جایا کرے کہ چلو میں اس کی بات مان لیتا ہوں۔ بات ماننے میں ہمیشہ فائدہ ہے بات ماننے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو اجر ملتا ہے۔ منوانے میں شیطانیت زیادہ ہے۔ میاں یہ سوچے کہ میں نے اپنی بات منوائی تو ہوسکتا ہے اس میں خیر نہ ہو تو گھر کے اندر بے برکتی ہوگی۔ بیوی بھی سوچے میں نے اپنی بات منوائی تو ہوسکتا ہے اس میں خیر نہ ہو کہیں اس وجہ سے گھر میں بے برکتی نہ آئے۔ لیکن جب کوئی دوسرے کی بات مانتا ہے تو ماننے میں اور اطاعت کرنے میں ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق اس میں برکت ہوتی ہے۔ اس لئے ماننے میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ تو بات کو جلدی سمیٹ دیا کریں اور بچوں کے سامنے بحث ومباحثہ کرنے سے پرہیز کیا کریں۔

پیار کا وار تلوار سے زیادہ کارگر ہوتا ہے

نرمی سے جو معاملات طے ہو جاتے ہیں وہ گرمی سے کبھی نہیں ہوتے۔ اگر خاوند گرمی میں آ گیا اور آگے سے بیوی بھی گرمی میں آ گئی تو پھر تو آپس میں بحث چلے گی، پھر تو آپس میں ضد آ جائے گی اور ضد کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ ضد کے پیچھے تو پھر گھر ٹوٹا کرتے ہیں، ضد کے پیچھے تو پھر سکون لٹا کرتا ہے، ضد کے پیچھے تو پھر گھروں میں بے برکتی آتی ہے۔ اس لئے ایسے ماحول سے بچنا چاہیے۔ خاوند کو یہ بات ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ پیار کا وار تلوار سے زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ وہ پیار سے اگر اپنی بیوی کو قائل نہیں کر سکا تو پھر وہ تلوار سے بھی بیوی کو قائل نہیں کر سکے گا۔ اس بات کو اپنے بیڈ روم میں لکھ کر لگا لیں۔ یہ پکی بات ہے۔ اس لئے کسی

دانش ور نے یہ بات کہی، ہے تو عجیب سی مگر کہہ دیتا ہوں۔اس نے یہ کہا کہ جو خاوند بوسے کے ذریعے اپنی بیوی کا دل نہ جیت سکا وہ پھر جنگ کے ذریعے بھی بیوی کا دل نہیں جیت سکتا۔تو بات واقعی سو فیصد سچی ہے۔ پیار کے ذریعے جو کام ہو جاتے ہیں، وہ پھر آپس کے جھگڑوں سے حل نہیں ہوتے۔

اپنی ضرورت حلال طریقے سے پوری کرے

حدیث پاک میں آیا ہے کہ کسی مرد کی نظر اتفاقاً کسی غیر عورت پر پڑ گئی جو اسے اچھی لگی یا کوئی ٹھپہ اچھا نظر آ گیا تو اس کو چاہیے کہ گھر آ کر اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارے، جو کچھ باہر والی عورت کے پاس ہے وہی کچھ گھر میں بیوی کے پاس ہے۔ لہٰذا اللہ کے حکموں کی نافرمانی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ انسان کی ضرورت کے لئے اللہ نے بیوی بنا دی۔ بیوی کے لئے خاوند بنا دیا۔ لہٰذا حلال طریقے سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے اور حرام کی طرف نہ جائیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ شیطان گناہ کروانے کے لئے چیزوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔اس لئے ہم نے دیکھا کہ گھر میں چاند جیسی بیوی انتظار میں بیٹھی ہوتی ہے اور باہر کی بے ہودہ قسم کی شکل والی لڑکی کی طرف خاوند للچائی نظروں کے ساتھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یہ فقط شیطانیت ہے۔اس کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں۔

جب آپ محسوس کریں کہ جائز طریقے کی بجائے حرام کی طرف دل زیادہ مائل ہوتا ہے تو فوراً دیکھیں کہ میرے کھانے میں کوئی ملاوٹ تو نہیں، میرے عمل میں کوئی کوتاہی تو نہیں کہ جس وجہ سے میرا دل حرام کی طرف کھنچ رہا ہے۔ حلال کھانے کی یہ برکت ہوتی ہے کہ انسان حلال کام کرنے کی طرف ہی متوجہ رہتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت سے دعائیں بھی مانگیں کہ اللہ تعالیٰ گھروں میں نیکی اور

دینداری کی زندگی عطا فرمادے۔

گھر کے ماحول کی طرف توجہ

اولاد پر توجہ

جو خاوند گھر کے ماحول کی طرف دھیان نہیں کرتے ان کو اپنے بزنس سے فرصت نہیں ہوتی۔ ان کی اولادیں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے کہا گیا:

لیس الیتیم قد مات والدہ بل الیتیم یتیم العلم والعمل.

[یتیم وہ نہیں ہوتا جس کے ماں باپ مرجاتے ہیں، یتیم تو وہ ہوتا ہے جو علم اور عمل سے محروم کردیا جاتا ہے۔]

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ جس ماں کی بات بچے مانتے نہیں اور باپ کے پاس گھر میں وقت دینے کی فرصت نہیں وہ بچے زندہ ہوتے ہیں مگر کسی یتیم کی مانند ہوتے ہیں۔ یہ بات پھر ذرا سن لیجئے کہ جس ماں کو تربیت کا طریقہ نہیں آتا اور باپ کے پاس فرصت نہیں تو سمجھ لو وہ بچے یتیم ہیں ان بے چاروں کی تربیت کبھی نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ اپنے Scaduai (نظام الاوقات) میں جہاں اور کام رکھے ہیں وہاں بچوں کے لئے بھی وقت ضرور رکھے۔ بیوی سے سن لے کہ گھر میں آج کیا گزری...... بچے نے کیا کیا...... بچی نے کیا کیا......۔ پھر عورت کو سمجھا دے کہ آپ نے یوں نہیں کرنا بلکہ یوں کرنا ہے۔ جب مل کر دونوں کام کریں گے تو بچوں کی تربیت یقیناً اچھی ہوگی۔ اور اگر مرد گھر کے ماحول کا کچھ خیال ہی نہ کرے، فقط پیسے کما کے لے آتا ہے اور گھر کی عورتوں کو کھلا خرچ کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور ہر سہولت دے رکھی ہے۔ گھر کے اندر دین کے

بارے میں Discussion (مذاکرہ) ہی نہیں ہوتا تو اس گھر کے مردوں میں اور مُردوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے یہ عاجز کہتا ہے کہ جس گھر میں نیکو کار نفس نہ ہو وہ گھر تو جانوروں کا ڈربہ ہے۔ سارے گھر کے اندر جانور بندھے ہوئے زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

گھر کی عورتوں پر توجہ

یاد رکھنا، قیامت کے دن ایک بے عمل عورت اپنے ساتھ چار محرم مردوں کو جہنم میں لے جائے گی۔ خاوند کو، والد کو، بھائی کو اور بیٹے کو۔ کہے گی، اے اللہ! یہ خود نیک بنے مگر مجھے تو نیکی کے لئے کبھی Pressurize نہیں کیا تھا۔ ذرا کھانے میں اونچ نیچ ہوتی تو مجھے شیر کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور میں ڈر کے بارے کام ٹھیک کرتی تھی۔ مگر میں نمازیں قضا کرتی تھی، میں بیٹھ کر سکرین کے تماشے دیکھتی تھی، یہ میرے پاس بیٹھتے تھے اور انہوں نے کبھی مجھے نیکی کی تلقین ہی نہیں کی۔ اب میں جو جہنم میں جارہی ہوں ان کو بھی بھیجئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک بدکار عورت اپنے ساتھ چار مردوں کو لے کر جہنم میں جائے گی۔ اس کو کہتے ہیں، ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ لہٰذا یہ بیوی اکیلی نہیں ڈوبے گی یہ چار مردوں کو لے کر ڈوبے گی۔ اس لئے گھر کے اندر دین کی فضا کو پیدا کرنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

ساس بہو کے جھگڑے

اور گھر کے اندر ساس بہو کے جھگڑے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ تو کم علمی ہوتی ہے۔ علم نہیں ہوتا۔ اور اگر دین کا علم ہو بھی سہی تو تربیت دونوں طرف کی پوری نہیں ہوتی۔ عورتیں آپس میں جب مل بیٹھتی ہیں، بے چاری ہوتی جو

ناقص العقل و الدین ہیں اس لئے جلدی الجھ پڑتی ہیں...... تھوڑی سی بات پر جلدی نتیجے نکال لیتی ہیں ...... Hasty Decision (انتقامی فیصلے) ان کی عادت ہوتی ہے...... ذرا سی بات پر فوراً کوئی نتیجہ نکال کر بیٹھ جاتی ہیں...... اور اس میں غلطی کر جاتی ہیں...... اس جلد بازی کی عادت کی وجہ سے آپس میں جھگڑا کر لیتی ہیں...... غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں...... تو اس غلط فہمی کو دور کرنا خاوند کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

کئی جگہوں پر خاوند بیوی کو اپنی ماں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ افراط و تفریط سے بچنا چاہیے۔ بیوی کے کچھ حقوق ایسے ہوتے ہیں کہ جس کے لئے ساس کو بھی چاہیے کہ وہ بیوی کو تھوڑا موقع دے تاکہ وہ اپنی زندگی میاں کے ساتھ گزار سکے۔

بہو کو بھی چاہیے کہ ساس کو ماں کی طرح جانے۔ گھر میں دیکھا کہ ماں اگر گھر میں تھپڑ بھی لگا دیتی ہیں تو بچی چپ کر جاتی ہے اور ساس اگر اصلاح کی بات بھی کر دیتی ہے تو اس کے اوپر تڑک کے بولتی ہے۔ یہ ناانصافی بیوی کیوں کر رہی ہے۔ جب ماں کا تھپڑ برداشت کر سکتی ہے تو کم از کم ساس کی تنقید تو برداشت کر لیا کرے۔

ایک عالمہ لڑکی کا واقعہ

ایک مرتبہ اس عاجز کے پاس ایک عالمہ آئی۔ دین کا علم پڑھی ہوئی تھی۔ کہنے لگی، میاں میرے ساتھ بہت اچھا ہے۔ دنیا میں شاید ایسا میاں کسی کو نہیں ملا ہوگا۔ مجھے اللہ نے ایسا متقی، پرہیزگار اور نیکوکار میاں دیا۔ مگر ساس نے میری زندگی جہنم بنا دی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پہ روک ٹوک کرتی رہتی ہے۔ یہ کرتی ہے وہ کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے ساس کے بارے میں چند باتیں کہیں۔ وہ مجھ سے پوچھنا یہ چاہتی تھی کہ اب آپ ذرا اجازت دے دیجئے۔ میں بھی ترکی بترکی جواب دیا کروں۔

اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کروں۔ لیکن عالمہ تھی ذرا گھبراتی بھی تھی کہ کہیں میں پکڑی نہ جاؤں ۔ اس نے کیا طریقہ سوچا کہ حضرت صاحب سے اس کا Decision لے لو۔ Approval لے لیجئے حضرت صاحب سے۔ چنانچہ اس نے اپنی ساس کی جواتنی باتیں بتائیں کہ ذرا ذرا سی بات پر یہ کرتی ہے وہ کرتی ہے اور مجھے ذہنی طور پر پرسکون نہیں ہونے دیتی۔ میں نے پڑھانا ہوتا ہے اور مجھے پڑھانے میں دقت ہوتی ہے۔ اب آپ بتائیں میں کیا کروں؟ میں نے اس سے کہا کہ آپ کی ساس کے اندر اتنی باتیں ناپسندیدہ ہیں، کوئی بات پسندیدہ بھی ہے۔ کہنے لگی، مجھے تو کوئی بھی پسندیدہ بات نظر نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ تمہاری نظر میں انصاف نہیں۔ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھتی تو تمہیں اس کے اندر کوئی نہ کوئی اچھائی نظر آتی۔ وہ پھر کہنے لگی، حضرت! مجھے تو اس میں کوئی اچھائی نظر نہیں آتی۔ میں نے کہا دیکھو ایک بات بتاؤ۔ تمہارا خاوند تمہیں اللہ نے فرشتوں کی صفت جیسا دے دیا، یہ تو بات مانتی ہو۔ کہنے لگی، ہاں مانتی ہوں۔ میں نے کہا، اس خاوند کی بیوی تمہیں کس نے بنایا۔ یہی تمہاری ساس تھی جو تمہیں پسند کر کے لے کر آئی اس خاوند کے لئے۔ اس کو اور بھی بڑی لڑکیاں ملتی تھیں، کسی اور کو پسند کر لیتی مگر تمہیں جو پسند کر کے لائی تو یہی ساس تھی جس نے تمہیں اس خاوند کی بیوی بنایا۔ اور تم کہتی ہو کہ میرا خاوند تو فرشتوں جیسی صفت والا خاوند ہے۔ کہنے لگی، ہاں یہ بات ہے۔ میں نے کہا، اب اس کے اس احسان کا بدلہ تم ساری زندگی نہیں اتار سکتی. ھل جزاء الاحسان الا الاحسان . [احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے]۔ قرآن کی آیت جانتی ہو۔ کہنے لگی، جی پڑھی ہوئی ہوں۔ میں نے کہا اس احسان کا بدلہ اتارو کہ ساری زندگی اس کے پاؤں دھو کے پیو۔ کہ اس نے آپ کو اپنے بیٹے کی بیوی کے طور پہ چن لیا۔ کہنے لگی، حضرت! آپ نے بات سمجھا دی، آج کے بعد میں کبھی

ان کے سامنے اونچا نہیں بولوں گی اور ان کو اپنی ماں کا درجہ دے کر ان کی ہر بات کو برداشت کروں گی۔ واقعی انہی کے صدقے اللہ نے مجھے اتنا اچھا خاوند دیا۔

تو جب انسان سمجھتا ہے تو بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔ ساس بہو کے جھگڑے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ ذرا افہام و تفہیم سے بات کر لی جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

ساس کے سوچنے کی بات

اسی طرح خود ساس کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اپنی بیٹی اگر کوئی کبیرہ گناہ کر بیٹھے گی تو ماں اپنی بیٹی کا عیب چھپاتی پھرے گی اور اگر اس کی بہو چھوٹی سی، معمولی سی کوئی غلطی کھانے پکانے میں کر بیٹھے گی تو یہ ساس اس کو دوسرے لوگوں میں بتاتی پھرے گی، یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے۔ بیٹی نے وہی گناہ کیا اور ماں چھپاتی پھر رہی ہے اور بہو سے غلطی ہوئی تو ساس لوگوں کو بتاتی پھر رہی ہے۔ یہ ناانصافی کی باتیں ہیں۔ جب ساس اپنی بہو کو بیٹی سمجھنے لگ جائے گی اور بیٹی اپنی ساس کو ماں سمجھنے لگ جائے گی تو زندگی پرسکون ہو جائے گی۔ ماں اور بیٹی کے درمیان نفرتیں نہیں ہوا کرتیں محبتیں ہوا کرتی ہیں۔

خاوند کی ذمہ داری

یہ کام خاوند کو کرنا چاہیے کہ بجائے اس کے کہ عورتوں کو آپس میں الجھنے کا موقع ملے، درمیان میں پڑ کر امی کو اپنی جگہ سمجھائے اور بیوی کو اپنی جگہ سمجھائے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں اور دو کان دیئے ہیں کہ ایک آنکھ سے اگر ماں کا عمل دیکھتا ہے تو دوسری آنکھ سے بیوی کا عمل دیکھے۔ ایک کان سے اگر اپنی امی کی بات سنتا ہے تو دوسرے کان سے اپنی بیوی کی بات سنے۔ اور

اللہ نے دونوں آنکھوں اور کانوں کے درمیان دماغ رکھا ہے۔ پھر اپنے دماغ سے سوچ کر فیصلہ کرے کہ دونوں میں سے اعتدال کا راستہ کونسا ہے۔ جب خاوند یہ ذمہ داری خود سنبھالے گا اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ الجھنے کا موقع نہیں دے گا۔ علیحدہ علیحدہ ان دونوں کو سمجھا کے غیر جانبدارانہ فیصلہ کرے گا تو یقیناً گھر کی زندگی اچھی ہوگی۔ رب کریم گھر کے جھگڑوں اور لڑائیوں سے محفوظ فرمائے۔

گھر کے اندر پروقار رہیے

گھر کے اندر زندگی گزارتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ پروقار رہنا چاہیے۔ ایک غلط عادت خاوندوں میں یہ بھی دیکھی ہے کہ گھر کے اندر جب آتے ہیں تو کوئی ان کو نہ بیٹھنے اٹھنے کا طریقہ، نہ کپڑے پہننے کا طریقہ، گندے بنے پھریں گے اور سمجھیں گے کہ بیوی کو ہمارے لئے سنورنا چاہیے اور ہمیں تو بیوی کے لئے سنورنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے جسم سے پسینے کی بو آتی پھرے یا گندے کپڑے پہنے رہیں تو کوئی بات نہیں۔ کئی لوگوں کے منہ سے تو سگریٹ کی بو ایسے آتی ہے کہ دس فٹ کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے بندے کو نفرت آتی ہے۔ معلوم نہیں ان کی بیویاں ان کے ساتھ گھروں میں کیسے زندگی گزارتی ہوں گی۔ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کے سامنے پروقار رہے۔

نبی علیہ السلام کی عادت شریفہ تھی، سنیئے اور دل کے کانوں سے سنئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ گھر کے اندر داخل ہوتے تھے، پروقار طریقے سے داخل ہوتے تھے اور مسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے تھے۔ اہل خانہ کو سلام کرتے تھے۔ اور روایت میں آیا ہے، ذمہ داری سے اس کی دلیل دے

سکتا ہوں کہ نبی علیہ السلام گھر میں آ کر سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔ تو مسواک کرنے کا کیا مطلب، اپنے منہ کو صاف کرتے تھے تا کہ اگر باہر کچھ کھایا پیا بھی ہے تو اس کی منہ سے مہک چلی جائے۔ کئی خاوند تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے منہ سے مُردوں جیسی بو آ رہی ہوتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں گھر کے اندر عزت کیوں نہیں ملتی۔ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ شریعت نے ان کی تعلیم دی ہے۔ نبی علیہ السلام گھر تشریف لاتے تھے تو آتے ہی سب سے پہلے وضو فرماتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کو صاف کیا، اپنے چہرے کو دھولیا، منہ کو دھولیا؛ اب انسان اگر کسی کے پاس بیٹھے گا بھی سہی تو ذرا چہرے کے اوپر بھی تازگی ہوگی اور منہ سے بھی بو نہیں آئے گی۔

تو یہ طریقے ہیں اچھی زندگی گزارنے کے۔ دیکھنے میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو طبیعتوں کے اندر نفرتیں آ جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کا خیال رکھیے۔ بیوی کے سامنے پر وقار رہنے کی کوشش کیجیے۔ آج تو گھروں کے اندر پر وقار رہنے والا سلسلہ خاوندوں نے بالکل ہی چھوڑ دیا۔ حکیم ترمذیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے سامنے ناک بھی صاف نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ جب ایک ناک صاف کر رہا ہوتا ہے تو دوسرے کو عجیب سا لگتا ہے۔ وہ بیوی کے سامنے بھی ناک صاف نہیں کرتے تھے تا کہ اس کے دل کے اندر کوئی ملال نہ آئے۔ وہ تو اپنی بیویوں کے ساتھ اتنی محبت اور وقار سے رہتے تھے لیکن آج گھروں میں ان چیزوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

تحمل مزاجی اختیار کریں

اگر آپ اپنی بیوی کو سمجھانا چاہتے ہیں تو اس کی برائیاں ہر وقت بیان کرنے

کی بجائے کبھی اس کی تعریف بھی کیا کریں۔ اس کی برائیوں کے بارے میں اس کو تنہائی میں سمجھایا کریں اور کہا کریں کہ ایک بات میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں آپ ذرا میری بات توجہ سے سننا۔ اور میاں بیوی یہ اصول بنالیں کہ جب خاوند بول رہا ہو تو بیوی سنے، جب بیوی بول رہی ہو تو خاوند سنے۔ درمیان میں ایک دوسرے کی بات کاٹنا جاہلوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ یہ تو بے وقوفوں کی نشانی ہوتی ہے۔ اور عام طور پر آج یہی ہوتا ہے کہ خاوند نے بات شروع کی، بیوی نے بات کاٹ کر اپنی شروع کی، خاوند نے پھر اپنی دلیل دی۔ چنانچہ ایک دوسرے کی سننے کی بجائے دونوں اپنی اپنی سنا رہے ہوتے ہیں۔ سن کوئی بھی نہیں رہا ہوتا اور یہی گھروں کی بربادیوں کی وجہ بن جاتی ہے۔ جیسے کسی نے ایک عجیب بات کہی کہ جب میری شادی ہوئی۔ شروع میں میں بولتا تھا اور میری بیوی سنتی تھی، پھر جب اولاد ہو گئی تو بیوی بولتی تھی اور میں سنتا تھا اور پھر جب ہم دونوں بوڑھے ہو گئے تو پھر ہم دونوں بولتے تھے اور محلے والے سنتے تھے۔ تو بات ایسی ہی بن جاتی ہے کہ کئی مرتبہ میاں بیوی دونوں بول رہے ہوتے ہیں اولادیں سن رہی ہوتی ہیں یا قریب کے پڑوسی سن رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ غلطی بھی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ تحمل مزاجی سے دوسرے کی بات ناپسندیدہ سہی، سن ضرور لے، پھر اس کے بعد آگے اپنی بات بتا دے تو آپ کی بات کو بھی پھر سن لیا جائے گا۔

صبر ہو تو ایسا

ایک بزرگ تھے انہوں نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بہت تنگ تھے مجبور ہو کر انہوں نے ایسا قدم اٹھالیا۔ ایک آدمی ملنے کے لئے آیا۔ اس نے کہا کہ آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی آخر وجہ کیا بنی؟ انہوں نے آگے سے کوئی بات نہیں کی۔ بس اتنا کہا، ارے میاں! جب وہ میری بیوی تھی، میں نے اس

وقت اس کی غیبت کبھی نہیں کی تھی، اب تو اجنبیہ بن گئی اب میں اس کی غیبت کیسے کر سکتا ہوں۔ تو سوچئے ہمارے مشائخ تو اپنے بیویوں کی غیبت سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ اور بیویاں اپنے خاوندوں کی غیبت کرنے سے بھی پرہیز کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو خاوند اپنی بیوی کی ایذا رسانی پر صبر کرے گا یا بیوی اپنے خاوند کی ایذا پر صبر کرے گی، اللہ تعالیٰ ان کو صبر ایوب کی مانند ثواب عطا فرمائیں گے۔ لہٰذا یہ صبر کر لینا بھی بہت بڑی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ رب کریم اپنی مہربانیاں فرما دیتے ہیں۔

بات چھپانے سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں

عام طور پر Confusion کہاں سے شروع ہوتی ہے کہ جب میاں بیوی آپس میں کچھ باتیں چھپانا چاہتے ہیں۔ جیسے عام مشہور ہے کہ خاوند اپنی تنخواہ ٹھیک نہیں بتاتا اور بیوی اپنی عمر ٹھیک نہیں بتاتی۔ بالکل اسی طرح کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جب دال میں کچھ کالا ہوتا ہے یا دل میں کہیں آپس میں فاصلہ ہوتا ہے تو پھر ایک دوسرے سے باتیں چھپانا شروع کر دیتے ہیں۔ بیوی خاوند سے باتیں چھپانا شروع کرتی ہے اور خاوند بیوی سے باتیں چھپانا شروع کرتا ہے۔ یہ بنیاد بنتی ہے لڑائی اور جھگڑے کی۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کے ساتھ Sincere (مخلص) ہو کر رہنے والی زندگی گزاریں۔ خاوند بیوی کے ساتھ Sincere ہو اور بیوی خاوند کے ساتھ Sincere ہو تو اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو پر مسرت بنا دیں گے۔ پھر ایک دوسرے پر اعتماد ہو گا اور اچھی زندگی گزر جائے گی۔ بات بتانے سے گریز کرنے سے غلط فہمی پڑ جاتی ہے۔ اور بات کو چھپا کر آدمی کب تک چھپائے گا، دوسرا ٹوہ میں لگا رہے تو بات کا پتہ تو چل ہی جاتا ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کے ساتھ دل کو صاف رکھنا چاہیے اور دلوں کو کھول دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو

آدھی بات بتائی آدھی رکھ لی۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کسی عورت نے آواز دھم سی سنی۔ اس نے دور سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خاوند نے جواب دیا، کرتہ پاجامہ گر گیا ہے۔ اس نے کہا، کرتہ پاجامہ گرنے کی تو اتنی آواز نہیں ہوتی۔ کہنے لگا، ہاں میں بھی کرتے پاجامے کے اندر تھا۔ تو اس طرح آدھی بات بتائی اور جب دوسرے نے تھوڑی ٹوہ لگائی ہے، تب اگلی بات بتائی ہے تو پھر اس سے غلط فہمیاں بڑھ جاتی ہیں۔ پہلے ہی پوری بات بتا دینی چاہیے۔

درگزر سے کام لینا چاہیے

ایک دوسرے کے ساتھ درگزر سے کام لینا چاہیے۔ جب انسان غیروں کو معاف کر دیتا ہے تو پھر اپنوں کو تو جلدی معاف کر دینا چاہیے۔ بلکہ خاوند تو یہ سوچے کہ اس بیوی نے میری خاطر جوانی قربان کر دی، اپنا سب کچھ قربان کر کے میرے گھر کو اس نے آباد کیا۔ اب اس کا تو حق ہے کہ میں اسے معاف کر دوں۔ تو اس کی ہر غلطی کو اللہ کے لئے معاف کر دینا چاہیے۔ جب آپ اللہ کے لئے بیوی کو معاف کر دیں گے تو دیکھنا کہ اس کی برکت ہوگی۔ ہم نے تو سنا کہ ڈائین بھی ایک گھر کو معاف کر دیا کرتی ہے۔ لیکن آج کے خاوند اور کسی کو تو کیا معاف کریں گے گھر میں بیوی کی بھی چھوٹی موٹی غلطیوں کو معاف نہیں کرتے۔ لہٰذا گھروں کے اندر محبت کی فضا قائم رکھنا، یہ دین اسلام کی تعلیم ہے اور ہمیں اس تعلیم پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیم

ایک صحابی اپنی بیوی کی کسی بات کی وجہ سے بڑے تنگ تھے...... کیونکہ یہ عام طور پر زبان کی تیز ہوتی ہیں۔ مردوں کے ہاتھ قابو میں نہیں ہوتے عورتوں کی

زبان قابو میں نہیں ہوتی۔ اور یہی چیزیں جھگڑے کا سبب بنتی ہیں۔ چنانچہ عورتیں کچھ زبان تیز ہونے کی وجہ سے کبھی ایسی جلی کٹی سنا بیٹھتی ہیں کہ خاوند کو بڑا غصہ آتا ہے۔ بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے...... وہ صحابی سوچنے لگے کہ کوئی ایسا طریقہ ہو اس عورت کو ذرا سبق سکھایا جائے۔ سوچا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتا ہوں۔ وہ ذرا جلالی طبیعت کے ہیں، ان سے جا کر میں بات کرتا ہوں کہ وہ ذرا میری بیوی کی طبیعت سیٹ کرنے کا طریقہ بتائیں گے۔ چنانچہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ان سے پردے میں بات کر رہی ہیں۔ مگر بات کرتے ہوئے ذرا ان کا لہجہ اونچا ہے اور وہ تیزی سے بات کر رہی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذرا تسلی کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کی بات سن رہے ہیں۔ جب اس صحابی نے دیکھا کہ میں تو اس مقصد کے حل کیلئے یہاں آیا تھا۔ یہاں تو پہلے ہی آگے سے باتیں سنی جا رہی ہیں۔ تو مجھے امیر المومنین کیا حل بتائیں گے۔ وہ واپس آنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھئی واپس کیوں جا رہے ہو؟ عرض کیا، حضرت! جس کام کے لئے آیا تھا وہی کام یہاں ہوتے دیکھا تو میں نے سوچا میں واپس ہی جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا اور بلا کر کہا کہ دیکھو کہ یہ میری بیوی بھی ہے کہ میری ہر جنسی ضرورت پورا کرتی ہے، میرے لئے باعث سکون ہے اور میرے لئے باورچن بھی ہے، گھر میں سارا دن میرے لئے کھانے دانے پکانے میں لگی ہوتی ہے، میرے لئے دھوبن بھی ہے، میرے کپڑوں کو بھی صاف کرتی ہے، میرے گھر کی صفائی کرنے والی بھی ہے۔ جب یہ گھر کی بھنگن بھی بن جاتی ہے، باورچن بھی بن جاتی ہے، دھوبن بھی بن جاتی ہے، اتنی قربانیاں میرے لئے کر رہی ہے، کیا اس کی بات میں تحمل مزاجی سے سن نہیں سکتا۔ وہ صحابی کہنے لگے، حضرت! آپ نے میرے دل کی

گرہ کھول دی۔ جب میری بیوی میری خاطر اتنی قربانیاں کر رہی ہے تو میں بھی اس کی بات کو تحمل مزاجی سے سننے کی عادت ڈالوں گا۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ گھر کے روز روز کے جھگڑوں سے بچیں۔

دس حماقتیں

ایک بات ذرا اور توجہ سے سنیئے۔ بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ دس حماقتیں ہیں۔ بندے کو ان حماقتوں سے بچ جانا چاہیے۔ دس باتیں بے وقوفی کی نشانیاں ہیں۔ ان بے وقوفیوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اگر گھر اچھا اور آباد کرنا ہے۔

(۱)...... سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک بندہ نیکی تو کرے نہیں مگر جنت کی امید رکھے۔ فرماتے تھے کہ یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔ توجہ فرمایئے، کیا فرماتے تھے کہ ایک آدمی نیکی تو کرے نہیں اور جنت کی امید رکھے۔ یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

(۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ ایک آدمی خود بے وفا ہو اور دوسروں سے وفا کی امید رکھے۔ فرماتے تھے یہ بے وقوفوں کی نشانی ہے۔

(۳)...... تیسری بات۔ ایک آدمی کی طبیعت میں سستی ہو اور وہ چاہے کہ میری خواہشیں پوری ہو جائیں۔ فرماتے تھے یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔ سست آدمی کی خواہشیں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیئے کام کرنا پڑتا ہے۔ فرماتے تھے کہ بندے کی طبیعت میں سستی ہو اور دل میں امید رکھے کہ میری خواہشات اور میرے Objective پورے ہو جائیں گے تو یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

(۴)...... چوتھی بات یہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی اپنے بڑوں کی نافرمانی کرے اور

امید رکھے کہ چھوٹے میری فرمانبرداری کریں گے۔ فرماتے تھے یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ جب ہم نے اپنے بڑوں کی فرمانبرداری نہ کی تو چھوٹے ہماری فرمانبرداری کیسے کریں گے۔

(۵)......پھر پانچویں بات فرمایا کرتے تھے کہ بیماری کے اندر بد پرہیزی کرے اور پھر شفا کی امید رکھے۔ یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ شوگر کے مریض ہیں۔ میٹھا کھانے سے بچتے نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جی Complications (پیچیدگیاں) ہوتی جارہی ہیں۔ وہ تو ہوں گی ہی سہی، بچنا پڑے گا۔ اس لئے بد پرہیزی نہیں کرنی چاہیے۔ تو جو آدمی بیماری میں بد پرہیزی کرے اور شفا کی امید رکھے۔ فرماتے تھے کہ یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

(۶)......چھٹی بات فرماتے تھے کہ جو آدمی اپنی آمد سے زیادہ خرچ کرے اور خوشحالی کی امید رکھے۔ یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ اور کئی مرتبہ عورتیں ایسی غلطی کر گزرتی ہیں۔ جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اگر خاوند کی ایک حد تک آمدنی ہے تو پھر اپنے خرچوں کو بھی اتنا رکھیں۔ اگر خرچے زیادہ کرلیں گی تو پھر جھگڑے ہوں گے۔ اس لئے بزرگ فرماتے تھے کہ ایک آدمی تنخواہ سے زیادہ خرچ کرے اور پھر خوشحالی کی امید رکھے تو یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

(۷)......ساتویں بات فرماتے تھے کہ مشکل وقت میں بندہ لوگوں کی مدد نہ کرے اور امید رکھے کہ میرے مشکل وقت میں لوگ میری مدد کریں گے۔ فرماتے تھے یہ بھی بے وقوفوں کی علامت ہے۔

(۸)......آٹھویں بات یہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی دوسرے کو راز بتا کر یہ کہہ دینا کہ آگے نہ بتا دینا۔ آگے نہ بتانے کی امید رکھنا، یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ اور عام طور پر یہ بات زیادہ دیکھی گئی کہ عورتیں ایسی باتیں جو دوسروں کو نہیں بتانا

چاہتیں۔ وہ اس کو کہتی ہیں کہ اچھا میں نے تو تمہیں بتا دیا آگے نہ بتانا۔ وہ کہتی ہے بہت اچھا، پھر وہ آگے کسی کو بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے تو تمہیں بتا دیا آگے نہ بتانا۔ آگے نہ بتانے کی امید پر یہ راز اوپن سیکرٹ بن جاتا ہے۔ Top of the town بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور عورتیں اس عادت میں اکثر ملوث دیکھی گئیں۔ دل میں بات رکھ نہیں سکتیں۔ ذرا سی بات میں اپنا سب کچھ بتا دیں گی۔ جو پیٹ میں لیے پھریں گی وہ بھی بتا دیں گی۔ لہٰذا اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ راز راز ہوتا ہے۔ المجالس بالامانۃ۔ ''مجالس کے اندر جو باتیں ہوتی ہیں وہ امانت ہوتی ہیں''۔ اگر دوسرے بندے نے اس کو پسند نہیں کیا تو یہ باتیں دوسرے کے سامنے نہیں کہنی چاہیں۔ مگر وہ باتیں جو شریعت کی حدود کے اندر ہوں۔ باہر کی بات کبھی سوچے بھی نہیں۔ لہٰذا ایک بندہ دوسرے کو راز بتا دے اور امید رکھے کہ یہ آگے راز نہیں بتائے گا۔ فرماتے ہیں یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

(۹)......نویں بات فرمایا کرتے تھے کہ دو چار دفعہ گناہ کر کے پھر اسے چھوڑنے کی امید رکھنا یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ اور نوجوان ایسے ہی کرتے ہیں۔ دل کہتا ہے کہ اچھا یہ گناہ ایک دفعہ کر لیتا ہوں پھر چھوڑ دوں گا۔ تو جب یہ امید بن گئی کہ دو چار دفعہ گناہ کر کے پھر چھوڑ دیں گے یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔ گناہ جب کر لیا جائے تو عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس لیے دو چار دفعہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ تو یہ نو باتیں بے وقوفی کی علامت ہیں۔

(۱۰)......آپ سوچ سکتے ہیں کہ دسویں بات جس کو ہمارے بزرگوں نے بے وقوفی کی علامت کہا وہ بھلا کیا ہو سکتی ہے۔ ذرا اپنے ذہن میں سوچیے تو سہی مگر بتا دیتا ہوں۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جو خاوند بیوی سے روزانہ جھگڑا کرے اور پھر سکون سے رہنے کی امید رکھے۔ فرماتے تھے یہ بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے۔

روز کے لڑائی جھگڑے سے بچیں

صرف دسویں بات کے لئے نو باتیں آپ کو بتانی پڑ گئیں۔ اللہ کرے کہ دسویں بات خانے میں بیٹھ جائے۔ لہٰذا جو خاوند روز گھر کے اندر بیوی سے لڑتا ہے، ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے۔ پھر وہ امید رکھے کہ میرے گھر کے اندر خوشیوں بھری زندگی ہوگی۔ یہ بے وقوفوں کی علامت ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھیں کہ بیوی کوئی بکری نہیں ہوتی کہ جو جنگل سے آئی اور ہم نے پکڑ کے اس کے گلے میں رسی ڈال لی۔ وہ کسی کی بیٹی ہوتی ہے...... ہم نے خود جا کر اس کو مانگا ہوتا ہے...... اس کو عزتوں سے گھر لا کر بٹھایا ہوتا ہے...... اس کے حقوق ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے۔ جب کلمہ پڑھا تو پوری شریعت پر عمل کرنا انسان پر لازم ہو گیا۔ اسی طرح جب نکاح میں قبلت کا لفظ کہا تو بیوی کی سب ذمہ داریاں مرد کے سر پر آ پڑیں۔ ان کو نبھانا چاہیے۔ مرد بن کر نبھانا چاہیے۔

اب ذرا اس پورے مضمون کو یہ عاجز ذرا سمیٹتا ہے تا کہ آپ اس بات کا پورا سنٹرل آئیڈیا سمجھ سکیں۔ بنیادی مقصد یہ ہے کہ خاوند گھروں کے اندر محبتوں اور پیار بھری زندگی گزاریں تا کہ گھروں کے اندر الفتیں اور محبتیں ہوں...... بچوں کی تربیت اچھی ہو...... میاں بیوی خوشیوں بھری زندگی گزاریں...... یہ گھر جنت کے گھر کا نمونہ سا بن جائے...... چھوٹا سا گلشن بن جائے...... پھول ہی پھول ہوں۔ جب میاں بیوی پرسکون ہوں گے تبھی تو اولاد کی تربیت کر سکیں گے۔ اور اگر آپس میں جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں تو اولاد کی تربیت کون کرے گا۔ اسی لئے کسی نے کہا کہ جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو میرے دل میں بچوں کی تربیت کی پانچ مختلف Plannings تھیں۔ اور اب میری شادی ہو گئی اور میرے پانچ بچے ہیں لیکن بچوں کی تربیت کی ایک پلاننگ بھی دماغ میں نہیں ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے

آپس کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ہوتی، بچوں کی تربیت کا وقت کہاں سے ملے۔ لہٰذا گھر میں محبت و پیار کی زندگی گزارنی چاہیے تاکہ بچوں کی تربیت اچھی ہو اور اس امت کی نئی نسل دین پر چلنے والی بن جائے۔

بیویوں کو کچھ ذاتی خرچ دے دینا چاہیے

ایک بات اور ذہن میں رکھئے۔ شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ خاوند اپنے اخراجات میں جو مرضی معاملہ کرے مگر بیوی کے لئے کچھ ذاتی خرچہ متعین کر دینا چاہیے۔ دیکھیں کہ اس نے اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو آپ کے حوالے کر دیا، آپ کے لئے وقف کر دیا۔ وہ خود تو کچھ کماتی نہیں، اس کی جملہ ضروریات آپ کے ذمے ہیں۔ بحیثیت انسان اس کا بھی کہیں خرچ کرنے کو دل کرتا ہے۔ اپنی مرضی کی کوئی چیز خریدنے کا، اپنے والدین یا عزیز و اقارب کو کچھ دینے کا یا کچھ صدقہ خیرات کرنے کا۔ تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند کو بیوی کا کچھ ذاتی خرچ ہر مہینے کا متعین کر دینا چاہیے۔

یہ خرچ کتنا ہونا چاہیے، یہ ہر بندہ اپنی حیثیت کے مطابق متعین کرے۔ مثلاً ایک بندہ سو ڈالر دے سکتا ہے۔ دوسرا پانچ سو ڈالر دے سکتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے۔ لیکن جب طے کر لیا کہ یہ بیوی کا جیب خرچ ہے تو یہ بیوی کو دے کر بھول جانا چاہیے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ بیوی کو ہر مہینے یہ خرچ دے کر بھول جائے۔ بیوی چاہے اپنی چیزیں بنائے...... اپنے بچوں پر خرچ کرے...... اپنے خاوند کو تحفے دے...... اپنے ماں باپ کو تحفے دے...... کسی غریب کی مدد کرے...... آخرت کے لئے مسجد بنائے...... مدرسے میں خرچ کرے...... خاوند پوچھے نہیں تاکہ بیوی کو اختیار ہو کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی ایسا عمل کر سکے۔

بیویوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی سفارش

خاوند حضرات ذرا ایک بات توجہ سے سنیں کہ جب کسی بندے کی کوئی سفارش کرے اور سفارش کرنے والا بھی قریبی ہو تو پھر بندہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ سفارش ماں کر دے تو بچہ مان لیتا ہے، بہن کر دے تو بچہ مان لیتا ہے۔ اب سوچیے کہ کسی کا والد اس کی سفارش کر دے کہ بیٹا بات مان لو وہ مان لیتا ہے۔ اچھا ذرا اور سوچیے اگر کسی کے پیر و مرشد اس کی سفارش کریں کہ یہ بات ایسے کر لو اور بات بھی اتنی بڑی نہ ہو۔ تو بندہ یقیناً بات مان لے گا کہ اب انہوں نے سفارش کر دی۔ اب ذرا اور سنئے، اگر کسی کو موقع ملے بالفرض خواب میں نبی اکرم ﷺ کسی کی سفارش فرما دیں۔ تو یقیناً وہ اس بات کا خیال کرے گا کہ میرے آقا نے فرما دیا تو میں اس پر عمل کر لوں۔ ارے نہیں، اس سے بھی بڑی بات کرنی ہے اور آج آپ کو سمجھانی ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں سفارش کی۔ کن کی سفارش کی؟ عورتوں کی سفارش کی۔ اس لئے کہ عورتیں تو خاوند کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہیں۔ پروردگار نے کمزور کی سائیڈ لی۔ کمزور کا خیال رکھا۔ وہ پروردگار کمزوروں کا اتنا خیال کرنے والا ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک کی آیت میں فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.

[اے خاوندو! تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے انداز سے زندگی گزارو۔]

تمام مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ان دو لفظوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے خاوند کو بیوی کی سفارش کی کہ اے خاوند! تو اپنی بیوی کے ساتھ اچھی زندگی گزار۔ لہٰذا مفسرین نے لکھا کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سفارش کا لحاظ رکھے گا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں نہیں ڈالیں گے۔ فرمائیں گے، میرے بندے! میں نے سفارش کی تھی تو نے اس کا لحاظ رکھا، چل میں تیرا حساب نہیں لیتا اور آج تجھے میں جنت میں بھیج دیتا ہوں۔ اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی سفارش کا دنیا میں خیال نہیں رکھے گا اور پھر جب اللہ کے پاس پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اچھا تو نے میری سفارش نہیں مانی تھی۔ اب ذرا میں تیرا حساب کتاب ٹھیک طرح سے لیتا ہوں۔ چنانچہ خاوند پکڑا جکڑا ہوا ہوگا، زنجیریں بندھی ہوئی ہوں گی اور ایک ایک بات کا حساب دینا پڑ جائے گا۔ سوچیے تو سہی پھر انسان کا کیا بنے گا۔ لہٰذا دل چاہتا ہے کہ بیڈ روم کے اندر یا انسان گھر میں جہاں داخل ہوتا ہے، سامنے قرآن مجید کے ان دو لفظوں کو موٹا کر کے لکھوا دینا چاہیے اور فریم میں سجوا دینا چاہیے. وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ .

وَعَاشِرُوْهُنَّ . یہ معاشرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ اچھی معاشرت رکھو۔ اچھی معاشرت کہتے ہیں درگزر کے ساتھ معاملہ کرنا۔ محبت و پیار کے ساتھ کسی کو اپنے پاس رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سفارش فرمائی۔ بیویوں کی جانب داری فرماتے ہوئے۔ اے خاوندو! وَعَاشِرُوْهُنَّ تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی سفارش کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور اپنی بیویوں کے ساتھ الفت و محبت کی زندگی گزارنی چاہیے۔

بیویوں کیلئے نبی اکرم ﷺ کی سفارش

پھر اللہ تعالیٰ کی سفارش اپنی جگہ، نبی علیہ السلام نے بھی اپنے آخری وقت میں جب دنیا سے پردہ فرما رہے تھے، سفارش فرمائی، وصیت فرمائی۔ سنا ہے وصیت پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لوگوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے

وصیت فرمائی۔ سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کی آواز کم ہوگئی تھی تو میں نے اپنے کان آپ ﷺ کے منہ مبارک کے قریب کر دیئے۔ تو میں نے سنا نبی علیہ السلام اس وقت فرما رہے تھے، اپنی امت کو آخری وصیت کر رہے تھے۔ فرمایا۔ التوحید التوحید. توحید پہ جمے رہنا اور دوسری بات فرمائی؛

وما ملکت ایمانکم.

اپنی بیوی اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

جیسے کوئی بیان کرنے والا تقریر کرنے کے بعد اپنا آخری مدعا بتا دیتا ہے، نچوڑ بتا دیتا ہے۔ اسی طرح نبی علیہ السلام نے بھی ساری زندگی کی تعلیمات کا نچوڑ اپنے آخری لمحے میں اپنی امت کو پہنچا دیا اور وہ نچوڑ کیا تھا کہ توحید پر پکے رہنا۔ اور دوسری بات فرمائی، بیوی اور ماتحتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ یہ نبی علیہ السلام کی وصیت ہے۔ لہٰذا خاوندوں کو چاہیے کہ ذرا ہوش کے کانوں سے سنیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی سفارش فرمائی وعاشروھن بالمعروف اور نبی علیہ السلام نے وصیت فرمائی. وما ملکت ایمانکم. لہٰذا چاہیے کہ نبی علیہ السلام کی وصیت پر بھی عمل کریں اور اللہ تعالیٰ کی سفارش پر بھی عمل کریں اور گھروں کے اندر ہم نیکی والی زندگی گزاریں۔ پھر دیکھیں اللہ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں۔

حضرت مرشد عالمؒ کا تحمل

ہمارے پیرومرشد حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وفات سے ایک سال پہلے کی بات ہے۔ فرمانے لگے کہ میں وضو کر رہا تھا۔ بیوی پانی ڈال رہی تھی۔ وضو کرنے میں میری مدد کر رہی تھی۔ ایک مرتبہ پانی ڈالنے میں اس سے ذرا سی کوئی کوتاہی ہوئی کہ اس کی توجہ کہیں اور تھی تو میں نے

اسے ڈانٹ دیا۔ وہ خاموش ہوگئی، صبر کرلیا۔ آگے سے ایک لفظ غصے میں نہیں بولا۔ میں وضو کرکے جب مسجد میں نماز کے لئے چلا، راستے میں یہ آیت میرے دل میں آئی کہ اللہ تعالیٰ تو سفارش کرتے ہیں ۔ وعاشروھن بالمعروف ۔ اور میرا یہ حال ہے کہ بیوی نے پانی ڈالنے میں تھوڑی سی دیر کردی تو میں نے اس کو جھڑکی دے دی۔ میں نے بیوی کا دل توڑا، وہ تو صابرہ شاکرہ ہے، آگے سے ایک لفظ نہیں بولی مگر میں نے تو جھڑکی پلا کے دل توڑا۔ اب میں بیوی کا دل توڑ کر رب کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں تو وہ میری نمازیں کیسے قبول کرے گا۔ میں کیسے امامت کے مصلے پر کھڑا ہوں گا۔ فرماتے ہیں جماعت ہونے میں وقت قریب تھا۔ میں نے کہا، میں آکے نماز پڑھاتا ہوں، انتظار کرو۔ پھر واپس گئے اور جاکر اپنی بیوی سے معافی مانگی کہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ معمولی سی بات پر میں نے ڈانٹ پلادی۔ بیوی تو پہلے ہی معاف کر چکی تھی۔ اس نے مسکرا کے کہا میں تو اس بات کو بھول ہی گئی تھی، میں نے معاف کردیا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں مسجد میں آیا تب امامت کے مصلے پر قدم رکھا کہ اب میری عبادت اللہ کے ہاں قبول ہوگی۔ سوچیے ہمارے مشائخ تو گھروں میں اپنی بیویوں کے ساتھ ایسی پیار والی محبت والی، درگزر والی زندگی گزارتے تھے۔ آج ہم حافظ بھی ہیں قاری بھی ہیں، صوفی بھی ہیں، دیندار بھی کہلاتے ہیں، مگر گھروں کے اندر ایسی زندگی گزارتے ہیں کہ گھر کو رہنے والوں کے لئے جہنم بنا رکھا ہے۔ پتہ نہیں قیامت کے دن ہماری بخشش کیسے ہوگی۔ پروردگار ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ جو غلطیاں کر چکے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مکافاتِ عمل

اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آج تک ہم نے جو غلطیاں کی ہیں اور اپنی بیوی کا دل دکھایا ہے، اس کا ازالہ کریں۔ اس کی مکافات یہ ہے کہ اب اس کو پہلے سے

زیادہ پیار دیں۔ جتنا حق ہے اس سے زیادہ پیار دیں تاکہ وہ خوش ہو کر دعائیں دے۔ دیکھئے ایک اصول بتا دیتا ہوں کہ جب بیوی کو گھر کے اندر شریعت کی زندگی ملتی ہے تو وہ اپنے خاوند کی اتنی معتقد بن جاتی ہے کہ جیسے کافر لوگ اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ وہ بیوی تو اپنے خاوند کی پوجا کرتی ہے۔ یہ لفظ میں کہنا نہیں چاہتا تھا مگر سمجھانے کیلئے کہا۔ تو بیوی کو جب گھر میں محبت ملتی ہے اور پیار ملتا ہے تو وہ تو پھر خاوند کو اس طرح عزتیں دیتی ہے۔ لہٰذا توجہ فرمائیں کہ نبی علیہ السلام نے جب نبوت کا دعویٰ کیا سب سے پہلے ایمان کون لائی، وہ آپ کی بیوی صاحبہ تھی، جو آپ کے اخلاق سے اتنی متاثر تھی، آپ کے گھر کی زندگی سے اتنی مطمئن تھی کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو سب سے پہلے اس کو بیوی نے تسلیم کیا، اب آپ سوچئے کہ اگر آپ کی زندگی سنت کے مطابق ہوگی تو گھر میں آپ کی بیوی بھی آپ کی شاگردہ بن کے رہے گی، مریدہ بن کے رہے گی۔ اگر مریدہ بن کے نہیں رہ رہی تو اس کا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں سنتوں والی زندگی میں کوئی کمی ہے۔ تبھی تو بیوی کے دل میں عقیدت اور محبت نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنائیں۔ ہماری زندگی سنت کے مطابق بن جائے گی تو ہماری بیوی بیوی بھی ہوگی اور مریدہ بھی بن جائے گی اور اتنی والہانہ محبت اور عقیدت بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر خاوند کو سنتوں بھری زندگی عطا فرما دے تاکہ گھر میں بیوی بھی ہو، مریدہ بھی ہو۔ یہ بات تو نور علیٰ نور ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ گھر کی زندگی پرسکون بنا دیتے ہیں۔ رب کریم ہماری ان دعاؤں کو قبول فرما لے اور ہمیں آئندہ نیکوکاری کی زندگی نصیب فرما دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین